معاش سے متعلق مسائل اور سیرت طیبہ ﷺ سے رہنمائی

A Guideline form Seerat e Tayyba about Economic Problems

Dr. Shaista Jabeen
Assistant Professor, Govt. Graduate College for Women Jhang
Email: shaista.sadhana@gmail.com
Dr. Zill E Huma
Assistant Professor, Lahore College for Women University Lahore
Email: huma_ahsan77@yahoo.com

Abstract
Economics is a source of man living. Unfortunately these days we are experiencing what economists call a balance of payment crisis as overall economic situation of country is not stable. We are also grappling with the rampant price increases. People are suffering from tough economic conditions. High inflation is only boosting pain for households struggling to make ends meet. Financial sector instability and policy slippages due to social tensions pose significant risks. Continued high inflation, localized insecurity, and weak growth increase vulnerability to falling into poverty and worsen the situation of the existing poor. More than 10 million people are currently just above the poverty line, and at risk of becoming classified as poor if the situation deteriorates. People are struggling for the bread and butter of their family. Unemployment, inflation and wish of high standard of lives shown on different social media platforms has increased stress, anxiety among human beings. They are all struggling to collect more and more wealth and using all possible means of being rich without any special effort or hard work. This level of thinking is the main reason of mental issues which leads towards serious health problems. This article will deal with the actual economic problems, self-created problems regarding economics and their solutions from prophetic life so that we can live a happy and content life.
Keywords: living, Economics, Problems, Inflation, Solutions, Uswa E Hasna

موضوع کا تعارف:

معتدل اور متوازن زندگی کیسے گزاری جائے ؟ یہ سوال آج کل بہت اہمیت اختیار کر چکا ہے۔ انسان کے مزاج اور ذہن پر ماحول، معاشی، سماجی اور سیاسی حالات کے اثرات ہوتے ہیں۔ انسان کا احساس پارے کی مانند ہے جس میں ٹھہراؤ کم ہی ہوتا ہے، اس لئے وہ اپنے ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ بیرونی حالات، اونچ نیچ اس کے مزاج پر اثر انداز ہوتی ہے اور یوں اس کا مزاج بدلتا رہتا ہے۔ ان حالات میں معتدل اور متوازن زندگی گزارنا بہت مشکل کام ہے لیکن ہر مشکل کام کو آسان کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم ہر چیز کو دماغ پر سوار کر لیں گے تو اس سے ذہنی صحت مستقل بنیادوں پر متاثر ہو گی اور انسان ڈپریشن کا شکار ہو جائے گا۔ ڈپریشن بذات خود کوئی مرض نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی

دماغی وذہنی کا کیفیت کا نام ہے جو مختلف عوارض کے نتیجے میں انسان پر طاری ہو جاتی ہے اور اس کی ذہنی وجسمانی صحت کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔ دور جدید میں نام نہاد ترقی کی دوڑ میں شامل ہونے کا ہر فرد خواہاں ہے۔ معاشرہ کے مروجہ معیارات کے مطابق کامیاب انسان بننے کی جدوجہد میں مبتلا ہے اور یہ ہر صورت دولت، تعیشات کے انبار کی صورت میں ہی اس کو ممکن دکھائی دیتا ہے۔ جب وہ اپنے یا معاشرے کے مطلوبہ معیار تک پہنچنے میں کسی وجہ سے ناکام رہتا ہے تو جھنجھلاہٹ کا شکار ہوتا ہے اور ناکامی، مایوسی، اینگزائٹی کی راہوں سے ہوتا ہوا ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے۔ ڈپریشن ایک میجر ڈپریسو ڈس آرڈر ہے۔ یہ بہت عام ہے اور ہر فرد میں اس کی علامات اور کیفیات مختلف ہوتی ہیں۔ جب ایک فرد معاشی لحاظ سے اپنی خواہشات اور مقاصد پورے کرنے میں کامیاب نہ ہو رہا ہو تو یہ ناکامی اس کو مایوس اور پریشان کرتی ہے اور ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے۔

ضرورت واہمیت:

قومی زندگی کی تین بنیادی جہتوں معاشرت، معیشت اور سیاست میں سے معیشت بنیادی، مرکزی اور محوری اہمیت کی حامل جہت ہے۔ جس کی اصلاح نہ صرف سیاست اور معاشرت کو بلکہ من الحیث المجموع پوری انسانی زندگی کو متاثر کرتی ہے۔ سیرت رسول ﷺ کا اس جہت سے مطالعہ ایسے واضح اصول فراہم کرتا ہے جو زندگی کے معاشی پہلو میں آنے والی خرابیوں کی اصلاح اور اس پہلو کے حوالے سے جملہ تقاضوں کا احاطہ کرتا ہے۔ قومی سطح پر معاشی زندگی میں استحصالی، خود غرضانہ اور مفاد پرستانہ طرز عمل وہ بنیادی انحراف ہے جو اعلیٰ اقدار کی تخلیق، ارتقاء اور استحکام میں سد راہ کے طور پر حائل رہتا ہے۔ جب انسانی طرزِ عمل پر حرص، ہوس، لالچ اور مفاد پرستی غالب آ جائے تو اجتماعی مفاد کی خاطر معاشرے سے انفاق، نفع رسانی کا عنصر غائب ہو جاتا ہے، جس کے نتیجے میں معاشرے کے عام افراد معاشی تعطل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ لوگوں کے دل سے افلاس کا خوف ختم کیا جائے۔ ایسا مؤثر اقتصادی نظام وضع کیا جائے جہاں ہر فرد کی تخلیقی جدوجہد جاری رہ سکے۔ معاش اس جدوجہد کا نام ہے جو جدید اصطلاح کے مطابق انسانی احتیاجات کی تسکین کے لئے دولت کمانے اور اسے خرچ کرنے سے متعلق ہے۔ جب تک انسان کو اس کی بنیادی ضروریات زندگی کے حصول کے لئے ذرائع ووسائل دستیاب رہیں، وہ مطمئن رہتا ہے اور جب اسے اس حوالے سے ناکامی کا سامنا ہو تو وہ مایوس ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور میں نام نہاد ترقی اور مادیت پرستی نے آسائشات وتعیشات کو بھی بنیادی ضروریات زندگی کا حصہ بنا دیا ہے، اب ظاہر ہے ہر شخص کے لئے ان کا حصول ممکن نہیں ہے جس کی وجہ سے معاشرے میں طرح طرح کے ذہنی مسائل جنم لے رہے ہیں۔ سیرت نبوی ﷺ کے مطالعہ کا مقصد محض یہ نہیں ہے کہ تاریخی واقعات سے آگاہی اور عہد نبوی ﷺ میں پیش

آنے والے حوادث کا اجمالی یا تفصیلی علم ہو جائے۔ مطالعہ سیرت کا اصل مقصد یہ ہے کہ اسلامی حقائق کو اصول وضوابط اور احکام کی حیثیت سے نظریاتی طور پر سمجھ لینے کے بعد انہیں آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کی عملی شکل میں دیکھا جائے اور اپنی زندگی پر لاگو کیا جائے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

معاش چوں کہ معاشرے کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے اس کو جامعات نے اپنے نصاب کا لازمی حصہ قرار دیا ہے تاکہ اس حوالے سے معاشرے کی رہنمائی کی جاسکے۔ معیشت کی اسی اہمیت کے تناظر میں اسلامی نقطہ نظر کے تحت معیشت کے عنوان پر متعدد کتب تحریر کی گئی ہیں۔ ہندوستان کے محترم عالم ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اسلامی معاشیات کے حوالے سے کتب لکھنے کے لئے مشہور و معروف ہیں، آپ نے انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں اس حوالے سے کتب تحریر کی ہیں۔ انگریزی کتب میں

Banking without Interest, Economic Enterprise in Islam, Riba, Bank Interest, Some Aspects of Islamic Economy, Muslim economics Thinking, Partnership and Profit Sharing in Islamic Law, Insurance in Islamic Economy, teaching Economics in Islamic Perspective, Role of state in Islamic economy, Dialogue in Islamic economics, Islam's view on Property

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی تحریر کردہ اردو کتب میں اسلام کا معاشی نظام، مالیات میں اسلامی ہدایت کی تطبیق، معاش، اسلام اور مسلمان، اسلام کا نظریہ ملکیت، غیر سودی بینکاری اور انشورنس اسلامی معیشت میں شامل ہیں۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے اسلامی معیشت، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی نے معاشیات اسلام، ڈاکٹر طاہر القادری نے اسلامی نظام معیشت کے بنیادی اصول، مفتی تقی عثمانی نے اسلام اور جدید و تجارت اور اسلام اور جدید معاشی مسائل، اوصاف احمد نے علم معاشیات اور اسلامی معاشیات، صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی نے اسلامی معاشیات کی تعلیم کے عنوان سے کتب تحریر کی ہیں۔

مقالہ ہذا میں دور حاضر کے افراد کو درپیش معاشی مسائل کا جائزہ لیا جائے گا اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں ان مسائل کی حقیقت واضح کر کے ان سے نجات کا راستہ تجویز کیا جائے گا تاکہ ہم بلاوجہ کی مقابلہ بازی، حسد و حرص اور زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی دھن پر قابو پا کر اپنی زندگیوں کو پرسکون کر سکیں۔

مقالہ تجزیاتی اور بیانیہ اسلوب میں تحریر کیا جائے گا۔

معاش اور تعلیماتِ نبوی ﷺ:

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں مسئلہ معاش کو براہ راست انسانی زندگی میں نیکی اور بدی کے امتیاز میں فیصلہ

کن عامل قرار دیا گیا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کی روشنی میں اس کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كاد الفقر ان يكون كفراً

ممکن ہے غربت وافلاس کفر کی حد تک پہنچادے۔[1]

آپ ﷺ کے عطا کردہ معاشی اصولوں اور رہنمائی کے مطابق اصلِ رزق اور حقِ معاش میں سب انسان برابر ہیں۔ فرق اور تفاوت صرف درجات میں ہے۔ اصل رزق اور حق معاش میں کھانا پینا، لباس، رہائش، بنیادی تعلیم، علاج معالجہ جیسی تمام بنیادی ضروریات آجاتی ہیں۔ جن میں تمام انسان برابر کے حق دار کے طور پر شامل ہیں۔

دورِ موجود کے معاشی مسائل:

مجموعی طور پر درپیش معاشی مسائل میں بے روزگاری کا مسئلہ سر فہرست ہے، اس کے علاوہ معاشی عدم توازن، دولت کی بنیاد پر رقابت، زیادہ کے حصول کی حرص اور سماجی ربط کی مصنوعی دنیا کی چکاچوند انسان کو ڈپریشن کا شکار کر رہی ہے۔ بے روزگاری اور معاشی تنگی کا بڑا سبب قناعت بھری زندگی اختیار نہ کرنا بھی ہے، ہر شخص چاہتا ہے کہ اس کے پاس مال و دولت کی ریل پیل ہو اور اس کے لئے وہ ناجائز و ناجائز ذرائع کی بھی پروا کرنے کو تیار نہیں ہے، یہ لالچ اور حرص جہاں کم مال و دولت والوں کو مایوسی اور ڈپریشن میں دھکیل رہا ہے وہیں اہل ثروت کو بھی سکون سے نہیں رہنے دے رہا، وہ مزید اور مزید کی ہوس میں مبتلا ہیں۔ ان کا یہ لالچ، ناانصافی اور استحصال معیشت کے میدان میں خرابیوں کی جڑ ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت پر ان کے مالوں میں اپنے معاشرے کے فقراء و مساکین کی معاشی حاجات کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ فقیر لوگ اگر بھوکے ننگے یا معاشی تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ثروت نے ان کے حق یا حصے کے وسائل رزق کو روک لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے یہ امر لازم ٹھہرا رکھا ہے کہ بروز قیامت وہ ان اہل ثروت کا محاسبہ فرمائے گا اور فقراء کی اس حق تلفی پر انہیں عذاب دے گا۔"[2]

دولت حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ انسان کی ذاتی محنت و کوشش ہے جس کے بغیر بہت سے خام حالت میں موجود خزائن الٰہی قابل منفعت نہیں ہو سکتے۔ ہمارے معاشرے میں بے روزگاری، غربت و افلاس، تنگ حالی، پیداوار میں کمی کا ایک بڑا سبب اس ذریعہ دولت یعنی محنت سے جی چرانا ہے۔ بے روزگاری سب سے بڑا مسئلہ ضرور ہے لیکن اس کے بہت سے دنیوی اسباب بھی ہیں، اکثریت بغیر محنت کے سب کچھ پالینے کی خواہاں ہے، لوگوں کی خواہش ہوتی ہے انہیں کوئی ایسا ذریعہ آمدن مل جائے جس میں بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے لاکھوں روپے ان کو مل جائیں،

وہ ایک لمحے میں ترقی و ثروت کے اعلیٰ معیار تک پہنچ جائیں جہاں ہر طرف نعمتوں کی ریل پیل ہو۔ حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو ایسا ہونا ممکن نہیں ہوتا، کامیابی ہو یا دولت ہمیشہ زینہ بہ زینہ چڑھنے اور دن رات محنت و لگن سے کام کرنے سے ملتی ہے۔ کچھ افراد اس لئے بھی بے روزگار ہوتے ہیں کہ ان کے مطابق کوئی بھی کام ان کی اعلیٰ ڈگری کے مطابق نہیں ہوتا، وہ چھوٹے موٹے کام یا کاروبار کو اپنی توہین سمجھتے ہیں اور ایک ہی جست میں ترقی و کامیابی کا آسمان سر کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں، اپنے خود ساختہ اونچے معیار کے حصول میں وہ ایسے کئی مواقع ضائع کر بیٹھتے ہیں جو ان کی زندگی بدل سکتے تھے اور پھر پچھتاتے ہیں۔

بے روزگاری کا ایک بڑا سبب جلد مایوس ہو جانا بھی ہے، نوجوان سمجھتے ہیں جیسے ہی وہ تعلیم مکمل کر کے نکلیں گے، ان کی من پسند ملازمت یا کام ان کا منتظر ہو گا، ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے شاندار دفتر، گاڑی اور رہائش تک فراہم کرنے والی ایسی شاندار ملازمت ملے جس میں بھی تنخواہ بھی لاکھوں میں ہو اور کام کا بوجھ بھی زیادہ نہ ہو۔ یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر ایک ہی جامعہ کی ایک ہی کلاس سے ڈگری لے کر نکلنے والوں کی قسمت بھی ایک جیسی ہو سکتی ہے؟ جب آپ نے ایک ہی ادارے میں ایک جیسے اساتذہ سے تعلیم پا کر بھی اپنی اپنی ذہنی صلاحیتوں کے مطابق مختلف نتائج حاصل کئے ہیں تو آپ کو ایک جیسی ملازمت یا کام کس طرح مل سکتا ہے؟ اور اگر ہر فرد ہی شاہانہ کام اور اعلیٰ ملازمت پر متمکن ہو جائے تو کیا معاشرے کا نظام چل سکتا ہے؟ معاشرے کا نظام چلانے کے لئے ہر سطح کی ضروریات اور تقاضے مکمل کرنے کے لئے مختلف صلاحیتوں کے حامل افراد کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی دماغ اور صلاحیتوں میں تنوع اسی مقصد کے تحت رکھا ہے کہ کائنات کا نظام چلنے کی تمام ضروریات کی تکمیل ممکن ہو سکے۔ جب ہم یہ سمجھ لیں کہ کوئی کام بھی چھوٹا یا بڑا نہیں ہوتی، کوئی ملازمت یا کاروبار اچھا یا برا نہیں ہوتا، ناجائز ذرائع اختیار کرنا برا ہوتا ہے۔ حلال اور جائز طریقے سے ہر ممکن کوشش کر کے روزی کمانے سے بڑھ کر بہترین عمل اور کوئی نہیں ہے۔ اس وقت ہر نوجوان کی یہ خواہش ہے کہ کسی نہ کسی طرح وہ راتوں رات دولت مند ہو جائے جب وہ فوری یہ مقصد حاصل نہیں کر پاتے تو مایوس ہو جاتے ہیں، حالاں کہ ان مواقع پر ہی صبر و تحمل اور توکل سے کام لینا ہوتا ہے، کوشش جاری رکھنی ہوتی ہے اور کسی کام کو حقیر نہیں سمجھنا ہوتا ہے۔ وہ بے روزگار جو جان بوجھ کر کام نہیں کرتے، محنت میں عار سمجھتے ہیں اور اپنے شایان شان کام کے منتظر رہتے ہیں، ان کی حوصلہ شکنی کی جائے کیونکہ ایسے لوگ معاشرے پر بوجھ ہوتے ہیں۔ اسلام میں اس طرح کی بے روزگاری، گداگری اور توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کیا جائے اور نتائج اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے حاصل کئے جائیں اور جو ایسا نہیں کرتا وہ توکل کرنے والا نہیں ہے۔ رزق کا حصول ان تھک محنت اور کوشش کے ساتھ مشروط ہے۔ نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ اس

حوالے سے ہمارے لئے روشن مثال ہے کہ روزی کمانے کا کوئی ذریعہ کمتر نہیں ہوتا، آپ ﷺ نے روزی کمانے کی ابتداء بکریاں چرانے سے کی، آپ ﷺ کے اس عمل سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

اول اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اعلیٰ ذوق اور لطیف احساس سے نوازا تھا۔ آپ ﷺ کے چچا آپ کا بہت خیال رکھتے تھے، لیکن جونہی آپ ﷺ نے اپنے اندر کمانے کی طاقت محسوس کی، فوراً کمانے اور محنت و مشقت کرنے لگے تاکہ اپنے چچا کے اخراجات کا بار کچھ کم کر سکیں۔ ممکن ہے اس کام سے ہونے والی آمدنی بہت معمولی ہو اور جناب ابو طالب کے تعلق سے اس کی کچھ اہمیت نہ ہو، لیکن بہر حال یہ ایک قابلِ تعریف اور مبنی بر اخلاق رویہ تھا جو حتی المقدور کوشش، پاکیزگی طبع اور حسن معاملہ پر دلالت کرتا ہے۔

دوم اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے نیک بندوں کے لئے کیسی زندگی پسند کرتا ہے۔ قدرت الٰہی کے لئے آسان تھا کہ نبی کریم ﷺ کو ابتدائی زندگی میں عیش و عشرت کے اتنے اسباب و وسائل فراہم کردے کہ آپ کو روزی کمانے کے لئے محنت و مشقت کرنے اور بکریاں چرانے کی ضرورت ہی نہ پڑے، لیکن آپ ﷺ کا اسوہ ہمیں بتاتا ہے کہ انسان کے لئے بہترین مال وہ ہے جو محنت و مشقت کر کے کمائے اور اپنے سماج اور انسانوں سے خدمت کے عوض حاصل کرے اور سب سے برا مال وہ ہے جو اسے بغیر محنت کے بستر پر لیٹے اور بغیر اپنے سماج کو فائدہ پہنچائے مل جائے۔[3]

اسوہ رسول ؐ اور معاشی مسائل کا حل:

سیرت طیبہ ﷺ کے حوالے سے دیکھا جائے تو آپ ﷺ نے بے روزگاری کے علاج اور حل کے لئے بھی کئی قوانین اور تعلیمات فراہم کی ہیں۔ بے روزگاری کے حوالے سے آپ ﷺ کی تعلیمات کو اقدامی اور دفاعی دو اقسام کے تحت بیان کیا جا سکتا ہے۔ اقدامی سے مراد وہ تعلیمات، طریقے یا راستے ہیں جو بےروزگاری کے وقوع سے پہلے اختیار کرنا ضروری ہیں تاکہ بے روزگاری کی مصیبت سرے سے واقع ہی نہ ہو۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان معاشرے کا ہر فرد اپنی معاشی ضروریات میں دوسروں پر بوجھ بننے کی بجائے خود ہی معاشی کوششیں کرے۔ خاندان کے وہ افراد جو کمزور ہیں جیسے خواتین اور بچے جن کی ان پر ذمہ داری ہے، ان کا بوجھ بھی سربراہ اٹھائے۔ اس سلسلے میں قرآن و حدیث میں عمل و محنت کرنے اور معاش و رزق کے حصول کی کوشش کی ترغیب دی گئی ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

پھر جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔[4]

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖؕ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ

وہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو رام کر دیا ہے، سو تم اس کے مونڈھوں پر چلو پھرو اور اسی کے رزق میں سے کھاؤ، اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔[5]

رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًارَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا

تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لیے سمندر میں کشتیاں لے چلتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو، یقیناً وہ تمہارے ساتھ بڑی رحمت کا معاملہ کرنے والا ہے۔[6]

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ

اور اس میں تمہارے لیے بھی روزی کے سامان پیدا کئے ہیں اور ان (مخلوقات) کے لیے بھی جنہیں تم رزق نہیں دیتے۔[7]

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ

اور کھلی بات ہے کہ ہم نے تمہیں زمین میں رہنے کی جگہ دی اور اس میں تمہارے لئے روزی کے اسباب پیدا کئے، (پھر بھی) تم لوگ بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔[8]

اسی طرح احادیث میں بھی آپ ﷺ نے حلال رزق کمانے کی فضیلت بیان کر کے کمائی کی ترغیب دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَكَلَ أَحَدٌ مِنْكُمْ طَعَامًا أَحَبَّ إِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ مِنْ عَمَلِ يَدَيْهِ۔

اس رزق سے بہتر کوئی رزق نہیں جو انسان اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے۔[9]

ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

لَأَنْ يَأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلَى ظَهْرِهِ فَيَبِيْعَهَا فَيَكُفَّ اللهُ بِهَا وَجْهَهُ، خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَسْأَلَ النَّاسَ أَعْطُوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ

کسی شخص کے لئے دوسروں سے مانگنے سے بہتر ہے کہ وہ رسی لے کر پہاڑ پر جائے اور لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرے، ایسے شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہو جاتا ہے۔[10]

آپ ﷺ کی تعلیمات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر معاشرہ بے روزگاری کی مصیبت میں مبتلا ہو چکا ہے تو اس سے خلاصی کیسے حاصل کی جائے۔ سرور دو عالم ﷺ نے جہاں طلبِ حلال کی اہمیت اور ہاتھ پھیلانے کی مذمت فرمائی وہاں آپ ﷺ نے کئی مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روزگار کے مواقع کی طرف بھی رہنمائی فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں ایک مشہور روایت بیان کی جاتی ہے کہ ایک صحابی نے اپنی کسی حاجت کے لئے سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تمہارے گھر میں کچھ موجود ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ایک چادر اور ایک پیالہ ہے۔ آپ ﷺ نے دونوں چیزیں منگوا کر مجلس میں دو درہم کے عوض فروخت کر کے اسے فرمایا کہ ایک درہم سے گھر والوں کے لئے کھانا لے جاؤ اور دوسرے سے کلہاڑا خرید لو، آپ ﷺ نے بذات خود کلہاڑی کو دستہ لگایا اور انہیں لکڑیاں کاٹنے کا حکم دیا، جب وہ کچھ دن بعد دوبارہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو دس درہم کما چکا تھا۔[11]

اسلامی تعلیمات سے یہ رہنمائی بھی ملتی ہے کہ حکومت کو چاہیئے کہ وہ زکوۃ کا نظام درست کرے اور اس سے مستحق لوگوں کی امداد اور بے روزگاروں کے لئے روزگار فراہم کیا جائے۔ اگر زکوۃ کی وصولی اور تقسیم کا نظام سرکاری طور پر کیا جانے لگے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے بہت سے معاشی مسائل حل ہو جائیں۔ جب تک سرکاری سطح پر اس کی اہمیت و افادیت کا احساس نہیں کیا جاتا تب تک اسی طرح غربت اور بے روزگاری سب سے بڑے عفریت بنے رہیں گے۔ محنت کے حوالے سے جب ہم سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ محنت و مزدوری کو جو حوصلہ افزائی اور قابل رشک حد تک مقام و مرتبہ آپ ﷺ نے عطا فرمایا، اس کا وجود اس سے قبل تھا نہ آج کی متمدن و مہذب اور بزعم خویش حقوق انسانی کی علم بردار دنیا میں پایا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے بچپن میں مکہ مکرمہ میں مقام جیاد پر بکریاں چرا کر چرواہوں کو عزت بخشی اور بعد میں نہ صرف اس کا فخریہ اظہار فرمایا بلکہ ذہنی اصلاح کے لئے امت کو یہ بھی بتایا کہ بکریاں چرانا کوئی حقیر پیشہ میں بلکہ معزز پیشہ ہے جسے ہر نبی محتشم نے اختیار فرمایا۔ ہاتھ سے کمانے کی ترغیب دیتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللهِ دَاوُدَ علیه السلام كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ

"ہاتھ سے کما کر کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہو سکتا اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام ہاتھ سے کما کر کھایا کرتے تھے۔"[12]

محنت کا اجر و برکت:

محنت کی نقد دنیوی برکات سے تو انکار ممکن نہیں ہے، نبی اکرم ﷺ نے بہت سا اخروی اجر بھی بیان فرمایا

ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں متعدد آئمہ ،فقہاء، مفسرین اور محدثین کے نام ملتے ہیں جو اپنے آباؤ اجداد کے معمولی پیشوں کی نسبت معروف ہیں، مثلاً امام غزالی، امام جصاص، امام بزاز، امام قدوری وغیرہ۔ اس سے بڑھ کر محنت کی حوصلہ افزائی کیا ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مزدور صحابی کے ہاتھوں کو اپنے لب ہائے مبارک سے بوسہ دیا اور فرمایا: "یہ وہ ہتھیلیاں ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے۔"[13]

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ وہ ہاتھ ہے جسے آگ نہیں چھوئے گی۔"[14]

سیرت طیبہ ﷺ سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان اپنی قوت بازو اور خداداد جسمانی و دماغی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر زمین میں پھیلے ہوئے رزق الٰہی میں سے اپنی پسند کے مطابق شرعاً جائز ذرائع سے اپنی اور اہل خانہ کی معاش کا اہتمام کرے۔ اس سلسلے میں پیش آنے والی ہر رکاوٹ کو وہ نہ صرف خود دور کرے بلکہ اسلامی ریاست اس کے لئے روزگار کے ذرائع مہیا کرے۔

معاشی تفاوت-فطری امر:

یہ بھی حقیقت ہے کہ کسی بھی معاشرے میں لوگوں کے درمیان معاشی تفاوت کا پایا جانا یعنی بعض کا صاحب دولت و ثروت ہونا اور بعض کا ضرورت مند اور غریب و مفلس ہونا ایک فطری امر ہے۔ اس میں کئی تکوینی مصلحتیں پوشیدہ ہیں مگر ہم خالق کائنات کے تکوینی نظام کی بجائے اس کے آخری رسول ﷺ کے عطا کردہ تشریعی نظام کے مکلف ہیں۔ قبیلہ مضر کے کچھ لوگ جب ننگے پاؤں، ننگے بدن پھٹے پرانے لباس میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی یہ خستہ حالی دیکھ کر آپ ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور اس وقت تک چین نہ آیا اور چہرہ انور پر بشاشت کے آثار نمودار نہ ہوئے جب تک ان کی اس تنگ حالی کا ضروری سامان نہ ہو گیا۔[15]

جب کچھ لوگ اس قدر محتاج اور ضرورت مند ہوں تو اپنی ضرورت سے زائد مال دے دینے کی نبی اکرم ﷺ نے صرف ترغیب ہی نہیں دی بلکہ حکم فرمایا ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک جگہ ایک آدمی اپنی سواری پر سوار آپ ﷺ کے پاس آیا اور سوال بھری نگاہوں سے دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی اس احتیاجی نگاہ کو دیکھا تو صحابہ کرام سے فرمایا: جس آدمی کے پاس فاضل سواری ہو تو وہ اس آدمی کو لوٹا دے، جس کے پاس سواری نہیں اور فاضل زاد راہ ہے وہ اس بھائی کو دے دے جس کے پاس زاد راہ نہیں۔ راوی کا کہنا ہے کہ آپ نے مختلف قسم کے اموال کا ذکر اس طرح کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا ہم میں سے کسی کو بھی اپنے فاضل مال میں کوئی حق نہیں۔[16]

نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ جن کی وجہ سے ایک طرف امراء کے دل میں غریب بھائیوں کی محبت، احساس ہمدردی، خیر خواہی، غمگساری، ایثار و قربانی اور اخوت کے جذبات پیدا ہوئے۔

يؤثرون ذالحاجة و يحفظون الغريب

وہ صحابہ حاجت مند کو اپنے اوپر ترجیح دیتے اور غریب (کے حقوق) کی حفاظت کرتے ہیں۔[17]

دوسری طرف غریب بھائیوں کے دل میں اپنے امیر بھائیوں کے لئے محبت، تکریم اور مرتبہ شناسی کے لطیف جذبات پیدا ہوئے اور یوں ایسا ماحول پیدا ہوا کہ امراء و فقراء کے بیچ نفرت کی دیواریں منہدم ہو گئیں۔ امارت و غربت کے فاصلے مٹ گئے، معاشی و معاشرتی تفاوت ختم ہو گیا، امیر و غریب کی بنیاد پر طبقاتی تقسیم نسیا منسیا ہو گئی، دنیا کے خود ساختہ درجات و مراتب کا خاتمہ ہو گیا۔ کسی ملک میں غربت و افلاس کا ایک بڑا سبب وہاں کے امراء بالخصوص اہل اقتدار کا تعیشات میں پڑ جانا ہے، اسلامی نقطہ نگاہ سے کوئی آدمی حتیٰ کہ سربراہ مملکت بھی عام لوگوں کے مقابلے میں رہائش، کھانے پینے اور دیگر انسانی حقوق میں کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔ نبی اکرم ﷺ کے دولت کدہ میں دو دو مہینے آگ نہیں جلتی تھی، آپ ﷺ کے لئے کبھی کپڑوں کا کوئی جوڑا تہہ کر کے نہیں رکھا گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اياک و التعنم فان عبادالله ليس بالمتعنمين

عیش کوشی سے بچو، اللہ کے بندے عیش کوشی نہیں کرتے۔[18]

معاشی عدم توازن کے معاشرتی اثرات:

معاشی عدم توازن سے مراد معاشرے میں لوگوں کے گروہوں کے درمیان پائی جانے والی غیر مساویانہ تفریق، جس کی بنیاد دولت پر ہو، معاشی عدم توازن کہلاتی ہے۔ یہ غیر مساویانہ تقسیم یا فرق بالآخر متضاد رجحانات پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے، جس سے معاشرے میں احساس محرومی، نفرت اور کھنچاؤ پیدا ہوتا ہے۔ جب ایک طبقہ دولت مند ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ اپنی دولت کی گردش روک دیتا ہے اور معاشرے کے ہر طبقے تک اس کے ثمرات نہیں پہنچتے تو اس سے معاشرہ مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔ ماہرین کے مطابق پوری دینا میں تقریباً نوے فیصد لوگ معاشی عدم توازن کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہیں۔ دولت مند لوگ مختلف قسم کے ذرائع آمدن سے سیاسی و انتظامی اثر ورسوخ حاصل کر لیتے ہیں اور پھر اس طاقت سے مزید سرمایہ سمیٹتے ہیں۔ اسی کی دہائی سے لے کر اب تک دنیا کے سب ممالک میں معاشی عدم توازن میں اضافہ ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ پانچ براعظموں میں امیر، امیر تر اور غریب مزید غریب ہو رہا ہے۔ اس معاشی عدم توازن کو ختم کرنے یا قابو کرنے کے لئے سیاست دان، ماہرین سماجیات

اور ماہرین معاشیات مختلف قسم کے حل تجویز کر رہے ہیں تاکہ مستقبل میں انسانی زندگی کو جنگ سے بچایا جا سکے۔ سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے نفع مند مال کی تعریف کی ہے اور اس مال کے کمانے کی خواہش اور اسے احسن طریقے سے خرچ کرنے اور اس مال کو مزید ثمر آور بنانے کو ضروری قرار دیا ہے اور ایسے صاحبِ حیثیت شخص کو سراہا ہے جو مال ملنے پر شاکر ہو اور اس مال کو لوگوں کی منفعت اور خیر خواہی کے لئے خرچ کرے اور اس خرچ کرنے میں اللہ کی خوشنودی کے سوا اور کوئی چیز اس کے پیشِ نظر نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

نعم المال الصالح للمرء الصالح وہ کتنا ہی اچھا مال ہے جو کسی نیک انسان کے پاس ہو۔[19]

مال کی حرص، اصل مسئلہ:

موجودہ معاشی مسائل کی بنیادی خرابی یا مرکزی مسئلہ مال کی حرص میں مبتلا ہونا ہے۔ دور موجود میں افراد کا مسئلہ ضروریات کی فراہمی کے لئے مال کا حصول نہیں رہا بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر آسائشات وتعیشات کے لئے مال اکٹھا کرنا زندگی کا مقصد بن گیا ہے، یہ مقصد جب پورا نہیں ہو پاتا تو انسان سے برداشت نہیں ہوتا اور وہ ڈپریشن کا مریض بن جاتا ہے۔ مال کی حرص کو نبی کریم ﷺ نے قیامت کی علامات میں سے ایک اہم علامت قرار دیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اقتربت الساعة لا يزداد الناس الا حرصا ولا يزدادون من الله الا بعداً

قیامت قریب آتی جا رہی ہے اور جوں جوں لوگ قیامت کے قریب بڑھ رہے ہیں، لوگ دنیاوی اعتبار سے، مالی اعتبار سے حرص کا شکار ہوئے جا رہے ہیں اور اپنے پروردگار سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔[20]

مال کی حرص کے حوالے سے فرمان باری تعالیٰ ہے۔

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ۔ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ

ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر (دنیا کا عیش) حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غفلت میں ڈال رکھا ہے۔ یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو۔[21]

قبر میں پہنچنا قیامت کا وقوع ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

من مات فقد قامت قيامة

یعنی جو شخص مرتا ہے اس کی قیامت اسی وقت قائم ہو جاتی ہے۔[22]

مال کی طلب اور حرص یقیناً خطرناک ہو سکتی ہے، ہمیں اس معاملے پر توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

وان لكل امة فتنة وان فتنة امتى المال

ہر امت کا ایک فتنہ ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔[23]

اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے ہر امت کو کسی نہ کسی چیز کے لئے آزمایا، نبی کریم ﷺ کی امت کے لئے مال کو امتحان بنایا۔ وہ کسی کو مال سے محروم کر کے امتحان لے گا اور کسی کو فراوانی دے کر، دونوں کے اپنے اپنے انداز کے امتحان ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا اس حوالے سے اسوہ حسنہ دیکھا جائے تو آپ ﷺ نے مالداری پر فقر کو ترجیح دی، فرمایا:

ما احب لى ان يجعل لى احد اذهباً

میں نہیں چاہتا کہ میرے لئے احد پہاڑ سونا بن جائے۔[24]

حالانکہ آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا کہ آپ ﷺ چاہیں تو پہاڑ سونے میں بدل جائیں، لیکن آپ ﷺ نے اسے پسند نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ سرمایہ دارانہ اور شاہانہ نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ کو فقر پسند تھا، کیونکہ جس قدر فقر ہو گا، اسی قدر حساب کتاب میں آسانی ہو گی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

اطلعت فى الجنة فرايت اكثر اهلها الفقراء واطلعت فى النار فرايت اكثر اهلها النساء

میں نے جنت دیکھی، جنت میں فقیر زیادہ تھے اور مالدار کم، میں نے جہنم دیکھی عورتیں زیادہ تھیں اور مرد کم۔[25]

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

المكثرون هم المقلون

زیادہ مال و دولت والے قیامت کے دن انتہائی قحط کا شکار ہوں گے۔[26]

اور ایک روایت میں " ھم الاخسرون " کے الفاظ ہیں، یعنی بڑے خسارے میں ہوں گے۔ مزید فرمایا سوائے اس سرمایہ دار کے، آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا کہ جو اس طرح کرے، مال کو راہ حق میں لٹا دے، اس مال کا حق ادا کرے تو یہ مال اس کے لئے بہت زیادہ عافیت اور کامیابی کا سبب بن جائے گا۔[27]

انسان طبعاً حریص واقع ہوا ہے اور اس حرص و لالچ کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہی حرص فی الحقیقت دنیا کے بیشتر مسائل کی جڑ ہے، یہ انسان کو حیوان اور دنیا کو دوزخ بنا دیتی ہے۔ حرص کا مقابلہ کرنے کے لئے بہترین ہتھیار قناعت ہے، جس کو یہ نعمت مل گئی، وہ دنیا میں بھی اطمینان کی زندگی بسر کر سکتا ہے اور آخرت میں بھی فوز و فلاح سے

ہمکنار ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، میں تیرا سینہ غناء سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو تجھ سے دور رکھوں گا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تیرے دونوں ہاتھوں کو محنت و مزدوری سے بھر دوں گا (تو دن رات محنت مزدوری میں لگا رہے گا اور پوری نہ پڑے گی) اور تیری بھوک بھی نہیں مٹاؤں گا"۔[28]

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

قد افلح من اسلم و رزق کفافا و قنعه الله

فلاح پا گیا وہ شخص جو اسلام لایا اور اسے بقدر کفایت رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قناعت عطا فرمائی۔[29]

دولت کی حرص ایک عجیب بلا اور خطرناک بیماری ہے جو نفس انسانی کو ہر آرام و راحت سے محروم کر دیتی ہے۔ اعصاب اور روح تھک جاتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ "اور مال" اور "مزید دولت" کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک انسان اور اس کی خواہشات کے درمیان قبر کی مٹی حائل نہیں ہو جاتی۔[30]

دولت کامیابی کا معیار نہیں:

سیرت طیبہ ﷺ کی تعلیمات یہ ہیں کہ کسی کو مال و دولت کا مل جانا بھلائی اور کامیابی کی دلیل نہیں ہے اور نہ ہی اس سے اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، کرم نوازی اور مہربانی کا اظہار ہوتا ہے، نہ ہی اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے راضی ہے اور وہ اس کے محبوب ہیں۔ یہ تو مادہ پرست لوگوں کی کج فہمی ہے جو اپنی کامیابیوں کو مال و دولت کے پیمانے سے ناپتے ہیں اور انہیں اصل حقیقت کا شعور ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مال و رزق کی تقسیم کے کچھ اپنے اصول و مقاصد طے کر رکھے ہیں، اس کی اپنی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں، اس نے اس تقسیم میں کافر و مومن کا کوئی فرق ملحوظ نہیں رکھا تاکہ وہ اپنے عقیدہ و عمل میں آزاد رہیں اور اس پر ایمان لانے کے لئے معاشی طور پر مجبور نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی دیتا ہے جو اس دنیا کے فوری اور جلد حاصل ہونے والے فوائد کو اپنا مقصود بناتے ہیں اور ان کی ساری تگ و دو کا مقصد یہی ہوتا ہے اور ان لوگوں کو بھی دیتا ہے جن کے پیش نظر آخرت کی کامیابی ہوتی ہے۔

مَّنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَه فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَه جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا۔ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔

جو شخص دنیا کے فوری فائدے ہی چاہتا ہے تو ہم جس کے لئے چاہتے ہیں جتنا چاہتے ہیں، اسے یہیں پر جلدی دے دیتے ہیں، پھر اس کے لئے ہم نے جہنم رکھ چھوڑی ہے جس میں وہ ذلیل و خوار ہو کر داخل ہو گا۔ اور جو شخص آخرت (کا فائدہ) چاہے اور اس کے لئے ویسی ہی کوشش کرے جیسی اس کے لئے کرنی چاہئے، جبکہ وہ مومن بھی ہو تو ایسے لوگوں کی کوشش کی پوری قدر کی جائے گی۔ (اے پیغمبر) جہاں تک (دنیا میں) تمہارے رب کی عطا کا تعلق ہے ہم ان کو بھی اس سے نوازتے ہیں، اور ان کو بھی اور (دنیا میں) تمہارے رب کی عطا کسی کے لئے بند نہیں ہے۔ دیکھو ہم نے کس طرح ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے اور یقین رکھو کہ آخرت درجات کے اعتبار سے بہت بڑی ہے، اور فضیلت کے اعتبار سے کہیں زیادہ ہے۔[31]

نتیجہ بحث:

آج جس دور میں ہم رہ رہے ہیں اس میں ذرائع ابلاغ کا ایک جمگھٹا اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور ان سب سے بڑھ کر انٹرنیٹ کی مدد سے چلنے والے لاتعداد سماجی رابطوں کی سہولیات کی صورت ہمہ وقت ہر ایک کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ یہ بات نہایت اہم ہے کہ روایتی ذرائع ابلاغ جیسے کہ اخبارات و رسائل اور ریڈیو، ٹی وی ادارتی اختیار کے تحت کام کرتے ہیں جہاں سے نشر ہونے والی ہر خبر یا تحریر کی جانچ پڑتال ان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ دوسری طرف انٹرنیٹ پر دستیاب سماجی رابطوں کی ویب گاہیں ہوں یا ایپلیکیشنز انہوں نے اب ہر فرد کو یہ موقع اور اختیار فراہم کر دیا ہے کہ وہ کسی بھی خبر، موضوع یا عنوان پر اپنی رائے، رد عمل اور تبصرہ تحریری شکل میں یا آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ کی صورت میں اوروں تک پہنچا سکتا ہے۔ بظاہر یہ ایک انقلابی پیش رفت ہے لیکن اگر اس کا مثبت اور تعمیری استعمال نہ کیا جائے تو منفی اور تخریبی سوچ کے ساتھ یہ ایک ایسا کاری ہتھیار ہے جو فساد کا باعث بن جاتا ہے۔ سماجی رابطوں کی مختلف اور مصنوعی دنیا کی چکا چوند جہاں ماورائے حقیقت حد تک ایسا مبالغہ ہوتا ہے جس میں کوئی بھی صارف اپنی زندگی میں موجود یا تصوراتی خوبصورتی کو اس انداز میں پیش کرتا ہے کہ زیادہ تر دیکھنے والے احساس محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ ان کو اپنی زندگی اس دنیا کے مقابلے میں حقیر و کمتر دکھائی دینے لگتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے جو لوگ کثرت سے سماجی رابطوں کے ان ذرائع کا استعمال کرتے ہیں، ان میں بے چینی، ڈپریشن کا بڑا سبب یہی بنتا ہے۔ سوشل میڈیا پر لوگ تصاویر اور مختلف ذرائع سے دکھاوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو دوسروں کے لئے

احساس محرومی اور احساس کمتری کا باعث بنتے ہیں۔ ایسی تصاویر دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ شاید ان کے علاوہ تمام لوگ اپنی اپنی زندگیوں میں خوش اور مگن ہیں جب کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ جب انسان ہر معاملے میں حقیقی دنیا کی بجائے ان فورمز پر دکھائی جانے والی مصنوعی زندگی کے ساتھ موازنہ و مقابلہ کرتا رہے گا تو وہ مایوسی کا شکار رہے گا۔ یہ جان لینا بہت ضروری ہے کہ دوسروں کے ساتھ اپنی ذات کا موازنہ کرنا خود کو منوانا نہیں بلکہ اپنی ذات کے مثبت و منفی پہلوؤں سے آگاہی اصل کامیابی ہے۔ جب دوسروں کی زندگی کی ساتھ موازنہ کرنے کی عادت ہو جائے تو انسان میں خود اعتمادی، اطمینان اور قناعت پسندی کی کمی ہو جاتی ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے رویوں، سوچوں اور ترجیحات کو تبدیل کریں۔ مال و دولت کو اصل کامیابی اور زندگی کا مقصود سمجھنے کی بجائے اصل مقصد کی دھیان دیں، یہ مسائل خود ساختہ ہیں اور ان کا حل بھی ہمارے پاس ہی موجود ہے، صرف عمل کرنے کی ہمت درکار ہے اور اس ہمت سے ہم ذہنی، جسمانی مسائل اور پریشانیوں سے خود کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

مصادر و مراجع

1. قضاعی، ابی عبداللہ محمد بن سلامہ، مسند الشھاب، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1986ء، 342/1، رقم الحدیث: 586؛ بیھقی، ابی بکر احمد بن الحسین، شعب الایمان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1976ء، 267/5، رقم الحدیث: 6612
2. ابن حزم، ابی محمد علی بن احمد بن سعید، المحلی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1980ء، 455/3
3. البوطی، محمد سعید رمضان، ڈاکٹر، فقہ السیرۃ النبویۃ، (مترجم) ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی، نشریات، لاہور، 2007ء، ص96
4. جمعہ 10:62
5. ملک 16:67
6. بنی اسرائیل 66:17
7. حجر 20:15
8. اعراف 10:7
9. مسند أحمد، رقم: ۱۷۱۱۵، وقال حمزۃ أحمد الزین: إسنادہ صحیح۔، ص124:
10. صحیح بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب: الاستعفاف عن المسألۃ، رقم الحدیث: 1471

[11] مشکاۃ المصابیح، باب من لا تحل لہ المسئلہ، 579 /1، حدیث نمبر 1851؛ ابو داؤد سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الزکاۃ، باب ماتجوز فیہ المسالۃ، رقم الحدیث:1643

[12] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کسب الرجل، رقم الحدیث:2072

[13] ابوالقاسم، سلیمان بن احمد بن ایوب، طبرانی، المعجم الاوسط، دارالحرمین، قاہرہ، 1412ھ، 8/380، رقم الحدیث: 8934

[14] ابی الحسن علی بن محمد، عزالدین، ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دارالفکر، بیروت، 1984ء، 2/420

[15] صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب الحث علی صدقۃ، رقم الحدیث:1017

[16] صحیح مسلم، کتاب اللقطہ، باب استحاب المواساۃ بفضول المال، رقم الحدیث:1728؛ ابوداؤد، السنن، کتاب الزکاۃ، باب فی حقوق المال،، رقم الحدیث:1728

[17] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، شمائل ترمذی، باب ماجاء فی تواضع سبیل اللہ، دارلسلام، ریاض، 1980ء، رقم الحدیث: 2172

[18] خطیب تبریزی، محمد بن عبداللہ، مشکوٰۃ المصابیح، باب فضل الفقراء، کتاب الرقاق، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1981ء رقم الحدیث:5262

[19] بخاری، محمد بن اسماعیل، الادب المفرد، دارالصدیق، سعودی عرب، 2018ء، رقم الحدیث: 299؛ احمد بن حنبل، المسند، باب عمرو بن العاص، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 1421ھ، رقم الحدیث:17798، 4/197

[20] ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری، مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، دارالمعرفۃ، بیروت، 2002ء، رقم الحدیث:38914

[21] التکاثر 102:2، 1

[22] مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب قرب الساعۃ، دارالسلام، ریاض، 2004ء، رقم الحدیث: 2952،

[23] ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء ان فتنۃ۔۔۔، دارالسلام، ریاض، 2005ء رقم الحدیث:2336

[24] صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب ارضاء السعادۃ، رقم الحدیث:1408

[25] صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ، رقم الحدیث:324

[26] صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب المخسرون ھم الملقون، رقم الحدیث:1206

[27] علامہ عبداللہ ناصر رحمانی، طمع وحرص علاماتِ قیامت کی روشنی میں، سہ ماہی، البیان، المدینہ اسلامک ریسرچ سنٹر، کراچی، سلسلہ نمبر17، جون تا دسمبر2016، ص31-41

[28] جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب صفة القیامة، رقم الحدیث:2466

[29] صحیح مسلم، کتاب الزکٰوة، باب فی الکفاف والقناعة، رقم الحدیث:1054

[30] خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی، 1986ء، ص 399

[31] بنی اسرائیل17:18-21